قربِ الٰہی کا
آسان ترین طریقہ

قرب الٰہی کا آسان ترین راستہ

خطبات

(12)

سید ریاض حسین شاہ

ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید سیکٹر تھری، راولپنڈی پاکستان
0322-4301986
042-35803858

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دور بہت دور جگمگاتے تاروں کی روشنی میں رشد و ہدایت کے پیکر جنہیں کاملین اور صالحین کی صحبت ملی ہے وہ آسمان سے پھینکے نہیں گئے وہ کسی نہ کسی کامل اور اکمل کی صحبت میں قندیلیں بن کر جگمگائے ہیں ۔ یہی وہ مقدس اور مطہر لوگ ہیں جو زمین کی زینت بنے ہیں ۔ نسلِ انسانی کا عظیم سرچشمہ بھی یہی لوگ ہیں اور دنیا بھر میں انہی کے فیض کی سوتیں اور ندیاں بہہ رہی ہیں ، انہی کو اللہ نے اپنا دوست کہا ہے ، یہی وہ اہل رضا و تسلیم ہیں جو جدھر سے گزر گئے اللہ کی یاد اور اللہ سے محبت کی یادگاریں قائم ہوگئی ہیں ۔ اس سنگ و خشت کے جہاں میں اللہ سے ان کی محبت ہی ہے جس نے کفر و معصیت کی ظلمتوں کا مقابلہ کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شناخت ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ'' سے کروائی ہے ، یعنی یہ ایمان والے اور تقویٰ والے ہیں ۔ یہی قدسی صفت لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ قیام و قعود کی حالت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ ان کی زندگی کا منشور رحمۃ للعٰلمینی ہوتا ہے ۔ وہ اپنی مستعار زندگی میں ''افعالِ خیر'' کے عاشق ہوتے ہیں ۔ تفرقہ اور فرقہ واریت سے ان کو نفرت ہوتی ہے اور وہ خود کو مسلمان کہلانا ہی پسند کرتے ہیں ۔ تلاوتِ قرآن میں ڈوبے رہنا ان کا شعار ہوتا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں کو اندھیروں کا چراغ بنایا ہوتا ہے ۔ ان سے اگر کوئی عداوت رکھے تو اللہ نے ایسے لوگوں کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے ۔ ہر وقت اللہ اللہ کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے ۔

ارباب دانش و صفا!

دنیا اور آخرت کے لحاظ سے احباب محبت کا سب سے بڑا سرمایہ اللہ کی محبت ، اس کی عبادت

اور اس کا ذکر ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسے راستے کی ہدایت فرمائیے جو اللہ تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ قریب اور بندگان خدا کے لیے سب سے زیادہ آسان ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی رضی اللہ عنہ! خلوت میں اللہ کا ذکر ہمیشہ کے لیے لازم کرلو''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث سناتے ہوئے درمیان میں اس امر کی وضاحت کی۔

دیکھو!

ذکر کی اس قدر فضیلت ہے کہ بندہ اللہ کے ذکر میں ڈوبا رہے، اللہ کے بندے اسی لیے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

ان کے سید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی رضی اللہ عنہ! جب تک ایک بندہ بھی زمین پر اللہ اللہ کرنے والا ہے قیامت قائم نہیں ہوگی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کس طرح اللہ کا ذکر کیا کروں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ تم آنکھ بند کرو اور جو میں کہوں اسے سنو پھر

آپ نے تین مرتبہ کہا:

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ کلمہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا۔

نزول رحمت کا ایک منظر

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی ہیں اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اس کے شاہد ہیں۔

شداد فرماتے ہیں کہ میں محفل نور میں حاضر تھا اچانک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تمہارے درمیان کوئی اجنبی تو موجود نہیں ہے"۔ اشارہ اس طرف تھا کہ کوئی کتابی تو محفل میں نہیں ہے۔

ہم نے عرض کی!

"اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں کوئی کافر نہیں ہے"۔

اس پر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ دروازہ بند کر دو۔

قدرے سکوت کے بعد ارشاد فرمایا:

"اپنے ہاتھ اوپر کر لو"

اور کہو

"لا الہ الا اللہ"

ہم سب نے اپنے ہاتھ اوپر کر لیے اور کچھ دیر کلمہ پڑھتے رہے پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ نیچے رکھے اور فرمایا:

"الحمد للہ! اے میرے پروردگار بے شک تو نے مجھے اس کلمے کے ساتھ مبعوث کیا اور مجھ سے جنت کا وعدہ کیا۔ بلا شبہ تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا"۔

بعد ازاں حضور ﷺ نے سب کو بشارت دی کہ اللہ نے تم سب کو بخش دیا"۔

یاد رکھو!

یہ وہ عظمت مآب کلمہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں ارشاد فرمایا:

وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (سورۃ الفتح:26)

"اور اللہ نے ان پر کلمہ تقویٰ یعنی کلمہ طیبہ لازم کر دیا"۔

بلا شبہ غلامان رسول میں قافلۂ صحابہ قدسی اور عظیم لوگوں کا قافلہ تھا جنہوں نے حضور ﷺ سے کلمہ سیکھا اور آگے سکھا کر امانت روحانی دوسروں کو منتقل کی اور انہوں نے ہی یہ کلمہ حقیقتاً نافذ کیا

اور بے شک وہ انوار پھیلانے کے اہل اور موثر تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے۔

شہزادگان کربلا کا عظیم مشن

ایک مستشرق نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے افکار کو سراہتے ہوئے ان کی تعلیمات کا خوبصورت خلاصہ لکھا ہے اور بلاشبہ یہ میں عرض کرنے لگا ہوں کہ صوفیاء کی تعلیمات کا جوہر بھی یہی ہے:

(1) لوگوں کی صحیح روحانی تربیت اور لوگوں کے رویوں، رجحانات اور میلانات میں عمدگی لانا۔

(2) انسانوں کی روح سے نفسیاتی پیچیدگیوں کا خاتمہ اور رذالتیں ان کی طبیعتوں سے نکال پھینکنا اور منفی رجحانات سے انہیں نفرت دلانا۔

(3) انسانوں کے سامنے تاریخی اسباق رکھنا اور ان میں یقین پیدا کرنا کہ ظلم انسان میں تباہی لاتا ہے۔ بلاشبہ ائمہ سادات کا یہی وہ عظیم کارنامہ ہے کہ لوگوں کو روشنی کی راہ چلایا اور انسانی قافلہ کے سامنے خوبصورت معاشرتی زندگی کے مقاصد رکھے۔

(4) انسانوں میں اللہ کی طرف رغبت پیدا کرنا اور لوگوں کو جرائم سے بچانا۔

(5) اور انسانوں میں یہ سوچ پیدا کرنا کہ وہ اُخروی فلاح کو زندگی کا مقصد جانیں۔

وہ برائیاں جو بندوں کو اجاڑ دیتی ہیں

بزرگوں نے وہ سات چیزیں نقل کی ہیں:

(1) خود پسندی، اسے انگریزی میں ''Self Admiration'' کہتے ہیں۔ خود پسند انسان نہ انسان کو کچھ دے سکتا ہے اور نہ کسی اچھے انسان سے فیض لے سکتا ہے۔

(2) حسد ایک سرطان ہے جو لوگوں کو اندر ہی اندر سے کھا جاتا ہے۔

(3) آسائشوں سے محبت (Love for ease) عیاشیوں کا پرستار انسان زندگی کی ہر نعمت خود چاٹ لینا چاہتا ہے وہ کسی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

(4) چوتھی چیز آوارہ لفظوں کا عشق ہے جو کوئی معنیٰ اور مقصد نہیں رکھتے بس مہملات کی تکلیفیں اور کلفتیں بانٹتے ہیں۔

(5) دوسروں پر تکبر خیز برتری پانے کا سفلی جذبہ جب کہ ایک مفکر نے کہا کہ بندہ اپنی حقیقت سے نہ کم ہو سکتا ہے اور نہ بڑا ہو سکتا ہے۔

(6) دولت کے لیے اندھا بہرا ہو کر ہوس کا پرستار ہو جانا۔

(7) جنسی انارکی۔

(8) خوب تر کی جُستجو نہ ہونا۔

(9) منافقت، دورُخا پن اور جھوٹا پن۔

(10) دوسروں کے حقوق ہڑپ کر جانا۔

یہ ایسے ناسور ہیں جو انسان کو سیدھے راستے سے ہٹا کر گناہوں کی دلدل میں پھنسا دیتے ہیں۔ ہمارے تمام مسائل کا حل اپنے پڑھے ہوئے کلمہ کے ساتھ اخلاص کا ربط ہے اور اللہ کے ذکر میں فنائیت ہے، باقی جتنے بھی مسائل ہیں ان کا حل اللہ ہی دینے والا ہے۔ نفوس کے ہمزاد کو مسخر کرنے کے لیے اللہ کا ذکر ہی فائدہ دینے والی دولت ہے۔

سادات اُچ شریف جن کی اولاد ہی میں متکلم بھی ایک فردِ عاجز ہے ان کا روحانی منہج بھی یہی ہے۔ ایمان کی پختگی اور شر کی قوتوں کو دبانے کے لیے مردِ مومن کو عبادت، تقویٰ اور ذکر پر ہی زور دینا چاہیے اور اپنے ذکر کے یہ معانی دل اور عمل میں پختہ کرنے چاہئیں۔

ذاکرین کے اوصاف ثمانیہ

ذاکر کی صفت اول یہ ہوتی ہے کہ ذاکر کو معلوم ہو، اس کے روحانی شعور میں یہ بات گہری ہو کہ جب وہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا معنیٰ کیا ہوتا ہے۔ وہ ثابت کیا کر رہا ہے اور نفی کس چیز کی کر رہا ہے۔ معبودانِ باطل کی وہ تکفیر کرتا ہو، خواہشات نفسانی کو وہ اپنے اوپر مسلط نہ کرتا ہو، وہ چیزیں جو جنت سے محروم کرنے والی ہیں ان سے وہ مکمل بچتا ہو۔ اسم ذات کا تصور کرنے والا بھی ہر غیر کی نفی کرے اور اپنے پورے حواس کے ساتھ اللہ ہی کی طرف رغبت رکھے۔

صفت ثانیہ

ذاکر ایمانی شعور کو کوشش کرے کہ رواں رواں میں آباد کر لے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کو اپنے ذہن، روح اور دل میں پوری طرح مستلزم رکھے اور اپنی ہر ہر حرکت، فعل، اقدام اور سوچ میں اللہ ہی کو مطلوب اور محبوب جانے ۔ایک مغربی مصنف نے کتنی خوبصورت بات لکھی کہ اپنی روحوں، بدنوں اور سامان زیست کو شیطان کے ہاتھ نہ بیچو۔ میں عرض کروں گا کہ انسان کے پاس یہ حقیر سا تحفہ رحمٰن کے لیے ہے ہمیں اسی کے ہاتھ تفویض کرنا چاہیے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صفت ثالثہ

صدق اور ارادۂ خالص یہ بیج کی طرح ہیں۔دلوں کے کھیت میں کوئی فصل کاشت نہیں کی جاسکتی، جب تک قوت ارادی درست اور فعال نہ ہو اور اس میں صدق اور سچائی نہ ہو۔عوامی زبان میں خلوص اور اخلاص اس جوہر کا دوسرا نام ہے۔دل مشاہدہ کا عطیہ جھوٹے اور بدنیت انسان کو نہیں دیتا۔ کمزور آرزوؤں سے شاہین محو پرواز نہیں کئے جاسکتے۔جال کے بغیر دریا سے مچھلی بھی نہیں پکڑی جا سکتی اور پروں کے بغیر اڑا بھی نہیں جاسکتا۔صوفیہ کے نزدیک یہی وجہ ہے، صدق، اخلاص اور قوت ارادی ان کی بڑی قیمت ہے اس خزانے کے حصول کے لیے کوشش اور تمنا ٹھوس بنیاد پر ہونا چاہیے۔

صفت رابعہ

ذاکر کی چوتھی صفت ادب ہے۔ذکر انسان میں بندگی اور انسانیت پیدا کرتا ہے اور آدمیت کی یہ پہلی علامت ہوتی ہے کہ کلچرڈ ہونا یعنی ادب کا ظاہر اور باطن میں چھا جانا۔ادب سالک کے ذکر کرنے کے طریقے میں بھی ہوتا اور جس کا وہ ذکر کرتا ہے اس کا ادب بھی ملحوظ عمل اور ملحوظ خاطر ہوتا ہے اور وہ شخص جو ادب کا عملی لحاظ نہیں رکھتا وہ سخت دل، بے حس اور بے سلیقہ انسان ہوتا ہے۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایسا شخص بزرگوں کی صحبت سے محروم ہوتا ہے۔

شاہ مینا لکھنوی لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر مشاہدے اور اپنے قرب کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

باادب کامیاب ہوتا اور بے ادب محروم ہوتا ہے۔ اکثر وہ لوگ جو اخلاص سے محروم ہوتے ہیں وہ ادب سے بھی خالی ہوتے ہیں‘‘۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں، حضرت ذوالنون مصری کے نزدیک اخلاص کی تین علامتیں ہیں:

(1) صاحب اخلاص کے نزدیک لوگوں کی تعریف اور ندامت برابر ہوتی ہے۔

(2) عمل کر کے اس کے مشاہدے سے بے نیازی اخلاص ہی کا ثمر ہوتا ہے۔

(3) مخلص فی اللہ آخرت میں بھی اعمال کی جزا کا طالب نہیں ہوتا۔

صفت خامسہ

اللہ کی معیت کا احساس رکھتے ہوئے اللہ کے نام کا مراقبہ کرنا دل میں سے ہر غیر کو نکال دینا اور رغبت کا پوری طرح اللہ کی طرف ہونا اور اندیشوں اور خطرات کو ختم کر دینا۔ یہ بات رسالہ مکیہ میں لکھی گئی ہے۔

تصوف کی کتابوں میں یہ بات میں نے پڑھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص چالیس دن صبح کے وقت اللہ کے ساتھ اختیار کر لیتا ہے اس طرح کہ ہر صبح ذکر الٰہی میں مشغول ہو تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹنے لگ جاتے ہیں جو زبان سے جاری ہو جاتے ہیں‘‘۔

ایک روح پرور حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت سے فرمایا:

’’تم کون لوگ ہو‘‘؟

وہ عرض کرنے لگے:

ہم مسلمان ہیں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے ایمان اور اسلام کی علامت کیا ہے''؟

وہ عرض کرنے لگے:

ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں، آسائشوں اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ربِ کعبہ کی قسم! تم اہل ایمان ہو''۔

ایک دوسری روایت میں فرمایا:

''یہی لوگ حکمت اور علم والے ہیں''۔

حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے:

''مصیبت عارفوں کا چراغ ہے، مریدین کی بیداری ہے اور غفلت والوں کے لیے ہلاکت ہے''۔

صفت سادسہ

ذاکر کی زندگی کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ شیطانی خیالات کی نفی کرتا رہتا ہے۔ صدق اور سچ والوں کے لیے خواطر کی نفی کرنا دشوار مرحلہ ہے، ان کی تفصیل عارفین ہی جانتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی سے مروی ہے کہ خواطر یعنی وہ خیالات جو دماغ اور ضمیر پر وارد ہوتے ہیں، وہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ رحمانی، ملکی، نفسانی اور شیطانی۔ اگر خیالات میں توارد اللہ کی طرف سے ہو، بات اللہ سے محبت کی ہو، حضور ﷺ کی اطاعت کی اور کتاب اللہ سے استفادہ کی ہو تو یہ خطرہ رحمانی کہلاتا ہے۔ اگر بات اطاعت اور عبادت کی ہو تو یہ خطرہ ملکی ہوتا ہے اور اگر بات پھوں پھاں کی ہو اور بندہ دنیا طلبی میں حریص ہو اور خیالات بھی مبنی بر طمع ہوں تو یہ نفسانی خطرہ ہوتا ہے اور گناہ کی رغبت معصیت کی طرح رجحان اور گناہوں کا ارتکاب یہ سب خطرات شیطانی ہوتے ہیں۔

صفت سابعہ

ساتویں صفت پورے ارادے کے ساتھ اپنے پیر اور شیخ سے ربط ہے، اس لیے کہ راستے کا رفیق شیخ ہی ہوتا ہے۔ میں بتاتا چلوں کہ ہمارے سلسلہ میں مریدوں کو سنگی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ شیخ اپنے مرید کا سنگی بن کر روحانی امور میں مدد کرتا ہے۔ ہر وقت اپنے دل کی توجہ شیخ کی طرف رکھنی چاہیے۔ مشائخ کا قول ہے کہ جس نے مشائخ کی مخالفت کی وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ بات مشہور ہے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے تین شیوخ تھے: ایک اسماعیل دوسرے شیخ عمار یاسر اور تیسرے شیخ ضیاء الدین ابو نجیب۔ اسی لیے حضرت نجم کو "شیخ سہ تراش" کہا جاتا ہے۔ بندے کے لیے پیر بننے سے مرید بننا زیادہ اہم ہوتا ہے۔ ہر سلسلہ میں مشائخ کبار اپنے مریدین کی تربیت کے لیے رفیق بناتے ہیں جو شیخِ رجل کی اطاعت میں رہ کر مریدوں کی مدد کرتے ہیں۔

صفت ثمانیہ

مشائخ، اہل اللہ اور اہل خدمت پر اعتراضات اور تنقید ترک کرنا ہے۔ شکوہ ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بھی تنگی، کشادگی، رنج، راحت، صحت، مرض، وافر رزق اور کم روزی جو بھی عطا کرے اسی پر بندے کو راضی رہنا چاہیے۔

حرف مدعا

سالکین! طالبین! عاشقین! اور محبین

کوئی نیکی کا کام توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا چاہیے اور دوسروں کی دعا لینے میں سستی نہیں ہونی چاہیے۔ خدمت، آرزو اور التماس اچھی راہیں، بندے کو اچھے چہروں اور نیک روحوں کی تلاش کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ میرے شیخ، والدین، مشائخ اور ائمہ سادات سب کے درجے بلند فرمائے اور ہمیں توفیق خیر کی سعادت سے نوازے رکھے۔ لا الہ الا اللہ

اللہ تعالیٰ اس کلمے کے طفیل سعادت کی راہیں کشادہ فرمائے۔ آمین